قرآنی رسم الخط : نقاط ' اعراب ' رموز او قاف- تکنیکی پہلو

ڈاکٹر محمد شفقت اللہ☆

حضرت عثمانؓ نے کبار صحابہؓ کے مشورے سے اپنی چار رکنی کتابتِ قرآن کمیٹی سے جو نسخہ لکھوایا ' امت نے اس کے اصولِ کتابت اور طرزِ تحریر کو قدر و احترام کی نظر سے دیکھا اور اس طرزِ کتابت کو "رسمِ عثمانی" کا نام دے دیا۔ پھر قرآن کریم کی کتابت میں اسی رسم الخط کی اقتدا کی جانے لگی۔ مصاحفِ عثمانی' نقطوں ' اعراب اور علاماتِ آیات سے معرّیٰ تھے۔ اسلامی خلافت کی توسیع' مختلف قبائل میں اسلام کی مقبولیت اور غیر عرب اقوام کے فوج در فوج حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی بنا پر ان حضرات کی سہولت کے لیے حروف پر نقطے اور الفاظ پر اعراب لگانے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی کیونکہ عربوں کے ساتھ عجمیوں کے اختلاط سے خالص اور فصیح عربی زبان کا لسانی ماحول برقرار نہ رہ سکا اور ان میں عربی زبان کی فطری لسانی صلاحیت بگڑنے لگی۔ عجمی الاصل اور معمولی پڑھے لکھے مسلمانوں کو اپنی عجمیت کی بنا پر اور عربیت کا ذوق نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کی تلاوت میں دشواری پیش آتی تھی۔ ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے مختلف اوقات میں "رسمِ عثمانی" میں ایسی مفید بہتری لائی گئی جو ایک طرف تو قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے لوگوں کے لئے حروف کی شناخت میں سہولت کا باعث ثابت ہوئی اور دوسری طرف عوام و خواصِ امت کے لئے قابلِ قبول بھی۔ کیونکہ اس سے رسمِ عثمانی میں کوئی جوہری تبدیلی نہیں ہوئی۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی ' بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

نقطے

مکہ کے لوگوں نے کتابت کا فن اہل حیرہ سے سیکھا۔ (۱) خط حیری میں نقطوں کا رواج نہ تھا۔ اسی خط میں حضور کریمؐ کے کاتبین آیات قرآنی کی کتابت کرتے تھے۔ مرورِ ایام کے ساتھ خطِ حیری کا نام بدل گیا اور یہ خطِ کوفی کہلایا لیکن نام کی تبدیلی کے باوجود بدستور اپنی غیر منقوط صورت پر برقرار رہا۔ اسی خط میں حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن پاک کو تیسری بار لکھا گیا کیونکہ حضرت عثمانؓ نے کتابتِ قرآن کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی تھی اس کے چار میں سے تین ارکان قریشی تھے۔ عرب، غیر منقوط رسم الخط کے عادی ہو گئے تھے اور انہیں متشابہ الاشکال حروف کو پڑھنے میں دشواری نہیں ہوتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد لوگ کافی عرصہ تک قرآن پاک کو اس نقطوں سے معرّیٰ کتابت والے رسم الخط میں لکھتے اور پڑھتے رہے۔ پھر عجمیوں کے قبولِ اسلام اور عربوں کے ساتھ اختلاط سے قرآن کریم کی قراءت میں غلطیاں ہونے لگیں تو ان کا سدِّباب ضروری تھا۔ اس مقصد کے لئے قرآن کریم پر نقطے اور اعراب لگانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ قرآن کریم کے الفاظ پر سب سے پہلے نقطے کس نے لگائے؟ اس بارے میں تین اشخاص کا نام لیا جاتا ہے۔

۱۔ سب سے پہلے یہ کام حضرت ابو الاسود دوئلی نے سرانجام دیا۔ انہوں نے کس کی ترغیب و تلقین یا تشویق و تذکیر سے یہ عظیم ذمہ داری قبول کی؟ اس کے بارے میں تین اشخاص کا نام لیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ کی ترغیب سے یہ عظیم کارنامہ سر انجام دیا۔ (۲)

۲۔ کوفہ کے گورنر زیاد بن ابی سفیان کے اصرار پر یہ کام کیا۔ (۳)

۳۔ عبدالملک بن مروان کے حکم سے نقطے لگائے۔ (۴)

یحییٰ بن یعمر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے قرآن کریم پر نقطے لگائے۔ بدر الدین الزرکشی نے جاحظ کی کتاب "الأمصار" کے حوالے سے لکھا ہے کہ نصر بن عاصم اللیثی نے قرآن کریم پر سب سے پہلے نقطے لگائے۔ (۵)

ہمارے خیال میں مذکورہ بالا تینوں اشخاص نے قرآن کریم پر نقطے لگانے کا کام کیا ہو گا۔ اور یکے بعد دیگرے اس کارِ خیر پر کمر بستہ رہے ہونگے۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو اختلافِ زمان و مکان کی بنا پر یہ کارنامے سر انجام دینے والا سمجھ لیا گیا چونکہ زیادہ تر روایات کی بنا پر اس عظیم کارنامے کے خالق حضرت ابو الاسود دوئلی ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کی علمی صحبتوں سے فیض یاب تھے۔ اور بقیہ دونوں حضرات سے زمانی لحاظ سے متقدم بھی۔ اس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کارِ خیر کا آغاز انہی کے ہاتھوں سے ہوا اور بعد میں بقیہ دونوں حضرات نے اس کام کو آگے بڑھایا ہو گا۔

شروع شروع میں اصحابِ علم نے نیک نیتی کے ساتھ نقطے لگانے کی مخالفت کی چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا:

جردوا القرآن ولا تخلطوه بشئی(٦)

"قرآن کو آمیزش سے پاک رکھو اور اس میں غیر قرآن سے کوئی چیز خلط ملط نہ کرو"۔

تیسری صدی ہجری کے اواخر تک علماء اس سلسلے میں مختلف الرائے رہے۔اور بعد میں لوگوں کی سہولت کی خاطر اس کو قبول کر لیا گیا۔

اعراب

مصحفِ عثمانی میں نہ تو نقطے تھے اور نہ ہی اعراب (یعنی زبر' زیر اور پیش)۔ اس وقت' لوگ عربی زبان کے ذوق' خالص فصیح عربی زبان کے ماحول' صحابہ کرامؓ سے براہِ راست درس و آموزش اور اپنے علمی شوق کی بنا پر اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ بعد میں غیر عربی اقوام کے ساتھ اختلاط سے یہ اوصاف باقی نہ رہ سکے۔ اور غیر عرب اقوام سے قرآن کریم کی تلاوت و قراءت میں ایسی غلطیوں کے وقوع پذیر ہونے کا امکان سامنے آیا جن سے قرآنی آیات کا مفہوم بالکل بدل جاتا تھا۔ بلکہ محض زبر' زیر اور پیش کی اعرابی غلطی سے ایسے کفریہ مفاہیم پیدا ہو جاتے تھے جو مرادِ قرآن کے بالکل برعکس ہوتے تھے۔ اس پر وہ مسلمان جو قرآن کو غیر قرآن کی آمیزش سے پاک و خالص رکھنے کے لیے نقطوں

اور اعراب کی اجازت نہیں دیتے تھے۔اب قرآن کریم کو تحریف سے بچانے کی خاطر قرآنی الفاظ پر اعراب لگانے کے قائل ہو گئے۔

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں:

"پھر ایک وقت آیا لوگ قرآن کریم پر نقطے اور اعراب لگانے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگے حالانکہ اس سے پہلے وہ نقطے لگانے کو ناپسند اور اعراب لگانے کی مخالفت کر چکے تھے۔نقطوں اور حرکات کی مخالفت کے وقت انہیں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں ایسا کرنے سے قرآن میں تغییر نہ ہو جائے۔ پھرانہیں اس بات کا خوف لاحق ہوا کہ نقطے اور اعراب نہ لگانے سے جاہل لوگ غلطیوں کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔ چنانچہ قرآنی عبارات کو تفسیر و تحریف سے بچانے کی وہ شدید خواہش جس کے باعث نقطے اور اعراب لگانا ایک ناپسندیدہ عمل قرار پایا تھا اسی کے پیش نظر نقطے اور اعراب لگانے کو بنظر استحسان دیکھا گیا"۔(۷)

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم پر نقطے اور اعراب لگانا مستحب ہے کیونکہ اس پر عمل' قراءت کی غلطی اور تحریف سے بچاتا ہے"۔ (۸)

حضرت عثمانؓ کے ما بعد کے دور میں سب سے پہلے جو اعراب لگائے گئے ان میں حرکات اس طرح نہ تھیں جیسے کہ آجکل ہیں۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

"صدرِ اوّل میں اعراب نقطوں کی صورت میں تھے۔ زبر کے لئے حرف کے اوپر' پیش کے لئے حرف کے آخری حصّے پر اور زیر کے لئے حرف کے پہلے حصّے پر ایک نقطہ ہوتا تھا۔ اور آج کل کا معروف اعراب جو زبر' زیر اور پیش کے ساتھ لگایا جاتا ہے یہ خود حروف سے اخذ شدہ ہے اور خلیل اس کا بانی ہے۔ اور یہی اعراب سب سے زیادہ مستعمل اور واضح ہے۔ اس میں زبر کے لئے حروف کے اوپر اور زیر کے لئے حرف کے نیچے چھوٹی سے لکیر لگائی جاتی ہے جبکہ پیش کے لئے حرف کے اوپر چھوٹی سی واؤ اور تنوین کے لئے انہیں علامتوں کا دہرا استعمال ہوتا ہے"۔ (۹)

علاماتِ تخمیس و تعشیر

جس طرح ابتدائے کار میں قرآنی الفاظ پر نقطے اور اعراب نہیں لگائے جاتے تھے اسی طرح قرآنی آیات میں سے ہر آیت کے آخر پر ایسی کوئی علامت نہیں لگائی جاتی تھی کہ جس سے معلوم ہو کہ آیت ختم ہو گئی ہے۔ پھر آیات قرآن کے اواخر میں اختتامی نشانات بھی لگائے جانے لگے۔ جب یہ نشانات لگانے کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے آیتوں کے اواخر میں تین نقطے (..) لگا دیتے تھے۔ (۱۱)

یہ نشانات مختلف تھے کبھی ہر آیت کے آخر میں آیت کا نمبر لکھ دیتے تھے اور کبھی آیت نمبر نہیں لکھتے تھے۔ (۱۲)

ہر پانچ آیتوں کے بعد "خمس" یا لفظ خمس کا پہلا حرف "خ" لکھ دیتے تھے اور اسی طرح ہر دس آیتوں کے بعد لفظ "عشر" یا صرف "ع" لکھ دیتے تھے۔ پانچ آیتوں کے بعد "خمس" لکھنے کو "تخمیس" اور دس آیتوں کے بعد "عشر" لکھنے کو تعشیر" کہتے ہیں۔ شروع شروع میں اس کی مخالفت ہوئی۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے بارے میں روایت ہے کہ وہ "تعشیر" کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (۱۳)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ "اعشار" کا کام دور صحابہ میں شروع ہو چکا تھا قتادہ کا قول ہے: بدءوا فنقطوا ثم خمّسوا ثم عشّروا (۱۴)

(رسمِ عثمانی میں بہتری کی) ابتدائے کار میں نقطے لگائے گئے پھر پانچ پانچ آیتوں کی علامتیں بعد ازاں دس دس آیتوں کی علامتیں لگائی گئیں۔

ایک عرصے تک لوگ اخماس اور اعشار کے بارے میں مختلف الرائے رہے لیکن پھر انہوں نے سہولتِ عام کی خاطر اسے قبول کر لیا۔ تخمیس و تعشیر کا رواج ایک عرصے تک رہا۔ اب مصاحف میں یہ رواج ختم ہو چکا ہے۔

رکوع

آج کل کئی آیتوں کے مجموعے پر لفظ رکوع کا اطلاق کیا جاتا ہے یہ صدیوں سے رائج ہے رکوع کے لئے ع لکھا جاتا ہے اور رکوع کی اس علامت کو متن میں نہیں بلکہ حاشیے

پر لکھا جاتا ہے۔

علامتِ رکوع "ع" کے سرے کے اوپر سورت کا رکوع نمبر اور "ع" کے اندر اس رکوع میں جتنی آیات ہوتی ہیں ان کی تعداد اور عین کے نیچے پارے کا رکوع نمبر لکھا جاتا ہے۔ کئی آیات کے مجموعے پر لفظ رکوع کا اطلاق اس لئے کیا جاتا ہے کہ نمازوں خصوصاً تراویح کی نماز میں اس پر پہنچ کر رکوع کیا جائے، فتاویٰ عالمگیریہ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

"اور منقول ہے کہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے تمام قرآن میں پانسو (پانچ سو) چالیس رکوع مقرر کئے ہیں اور قرآنوں (مصاحف) میں اس کی علامت بنا دی ہے تاکہ قرآن ستائیسویں رات میں ختم ہو جائے"۔ (۱۵)

سورتوں کے آغاز میں ان کے اسماء اور عنوان کی کتابت

صحابہ کرامؓ کی یہ کوشش رہی کہ قرآن کریم میں غیر قرآن میں سے کسی چیز کی معمولی ترین آمیزش بھی نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے مصحف میں کوئی چیز لکھی ہوئی دیکھی تو اسے کھرچ کر مٹا ڈالا اور فرمایا: مصحف میں غیر قرآن کی آمیزش نہ کرو۔ (۱۶)

وہ اس بارے میں اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ تعشیر کی علامت کو بھی مصحف میں برداشت نہیں کرتے تھے اور کھرچ کر ختم کر دیتے تھے۔ (۱۷) صحابہؓ کے اس رویے کا اثر تابعین پر بھی ہوا چنانچہ عطاءؒ، قرآنی الفاظ کے علاوہ مصحف میں ہر چیز کی لکھائی کو مکروہ سمجھتے تھے۔ ۱۸) ان حضرات کی یہ احتیاط حکمت سے خالی نہ تھی ابو بکر السراج نے ابن رزین سے پوچھا:

أكتب فى مصحفى سورة كذا وكذا؟ قال: إنى أخاف أن ينشأ قوم لايعرفونه فيظنونه من القرآن (۱۹)

کیا میں اپنے مصحف میں فلاں فلاں سورتوں (کے نام) لکھ لوں؟ ابن رزین نے جواب دیا: مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ بعد میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں اس بات کا علم نہیں ہو گا کہ یہ غیر قرآن ہے پس وہ اسے قرآن سمجھ بیٹھیں گے۔

ان خدشات کی بنا پر مصحف میں سورتوں کے نام نہیں لکھے جاتے تھے پھر ہر سورت کے آغاز میں اس کا نام لکھا جانے لگا۔ یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں:

كان القرآن مجرّداً فی المصاحف فأوّل ما أحدثوا فيه النقط على الباء والتاء والثّاء. وقالوا : لا بأس به هو نور له ثم أحدثوا نقطاً ند منتهى الآی ثم أحدثوا الفواتح والخواتيم (۲۰)

مصاحف میں صرف قرآنی متن لکھا ہوتا تھا (اور کسی چیز کی آمیزش نہیں ہوتی تھی) پھر (رسم عثمانی میں بہتری لائی جانے والی چیزوں میں سے) سب سے پہلے باء، تاء اور ثاء پر نقطے لگائے گئے۔ ایسا کرنے والوں نے کہا نقطے لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ (تو) مصحف کا نور ہیں، بعد ازاں آیات کے آخر میں نقطے لگانے کا رواج ہوا پھر سورتوں کے نام و عناوین اور اختتام لکھے جانے لگے۔

قرآن کریم کی تیس پاروں اور سات منزلوں میں تقسیم

مدارس میں بچوں کی تعلیمی سہولت کے پیش نظر قرآن کریم کو تیس اجزاء (پاروں) میں تقسیم کر دیا گیا۔

علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

"جہاں تک قرآن مجید کی منزلوں اور پاروں کی تقسیم کا تعلق ہے تو اس کے تیس اجزاء (پارے) ہیں جیسا کہ مدارس وغیرہ میں اس کا دستور ہے"۔ (۲۱)

آنجناب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو فرمایا:

"واقرء القرآن فی کل شهر" (۲۲) (قرآن کریم کو ایک ماہ میں ختم کیا کرو)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کریم کو ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ تلاوت کر سکتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا۔ پھر سات دنوں میں ہی ختم کر لیا کرو۔ اور اس سے زیادہ تلاوت نہ کرو۔(۲۳)

ہمارے نزدیک انہیں روایات کو پیش نظر رکھ کر قرآن پاک کی تیس پاروں اور

سات منزلوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ تاکہ قرآن کریم کی تلاوت کا شوق رکھنے والے حضرات اسے ایک مہینے میں ختم کر لیا کریں اور زیادہ شغف رکھنے والے افراد کم از کم ایک ہفتے میں قرآن پاک ختم کر لیا کریں۔ چنانچہ سات منزلیں بھی اسی لئے مقرر کی گئی ہیں۔

اور صحابہ کرامؓ کے ہاں قرآن مجید کا پہلا حزب (پہلی منزل) تین سورتوں کا ' دوسرا پانچ سورتوں کا' تیسرا سات سورتوں کا ' چوتھا نو سورتوں کا' پانچواں گیارہ سورتوں کا' چھٹا تیرہ سورتوں کا اور آخری سورۃ ق سے لے کر آخری سورت تک ایک حزب ہے۔ جس کا نام حزبِ مفصل ہے۔ (۲۴)

رموزِ اوقاف

علماء نے اہلِ عرب کے دستور کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت کے دوران رکنے' سانس لینے' سانس توڑنے اور وقف کرنے کے لئے علامات و اشارات وضع کئے جنہیں رموزِ اوقاف کہا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر رموز ابو عبداللہ محمد بن طیفور سجاوندی کے وضع کردہ ہیں۔ (۲۵)

ان کو علامات الوقف اور مصطلحات الضبط بھی کہا جاتا ہے۔ متن قرآنی کے درمیان باریک کتابت کے خاص انداز میں حروف تہجی کو لکھ کر وقف کرنے یا نہ کرنے کے ان اشارات میں سے مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہیں۔ (۲۶)

م وقفِ لازم کا اشارہ ہے جیسے إنّما يستجيب الّذين يسمعون م والموتى يبعثهم اللّه۔

لا وقفِ ممنوع کی علامت ہے جیسے الّذين تتوفّهم الملئكة طيّبين لا يقولون سلم عليكم ادخلو الجنّة۔

ج جوازِ وقف کی علامت ہے جیسے نحن نقصّ عليك نبأهم بالحقّ ج إنّهم فتية آمنوا بربّهم۔

صلی/صلے یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہاں وقف جائز ہے لیکن وصل زیادہ بہتر ہے جیسے

إنْ يَمسَسكَ اللّه بِضُرّ فَلا كَاشِفَ له إلاّ هُو ؕ وإن يَمسَسكَ بِخَيرِ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شيءٍ قدير

قلی/قلے یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہاں وقف کرنا زیادہ مناسب ہے جیسے:

قل رّبّی أعلم بعدّتهم مّا يعلمهم إلاّ قليل ؕ فلا تُمَارِ فيهم۔

پانچویں صدی اور قرآنی رسم الخط میں عظیم انقلاب:

ابن مقلہ نے ۳۱۰ھ میں خط نسخ ایجاد کیا اور چوتھی صدی ہجری کے اواخر تک لوگ خطِ کوفی میں قرآن پاک لکھتے رہے۔ لیکن پانچویں صدی ہجری کے اوائل سے خط نسخ نے خطِ کوفی کی جگہ لے لی۔ کہا جاتا ہے کہ ابن مقلہ نے خط کوفی سے درج ذیل چھ خطوط کا استخراج کیا:

۱۔ ثلث ۲۔ نسخ ۳۔ توقیع ۴۔ رقاع

۵۔ محقق ۶۔ ریحان (۲۷)

اس لحاظ سے خطِ نسخ، خطِ کوفی کی ترقی یافتہ شکل ہے اور خطِ کوفی میں اگر کوئی کمی تھی تو خطِ نسخ سے اس کی تلافی ہو گئی۔ اور چوتھی ہجری کے اوائل سے لیکر اب تک عرب و عجم اور اکناف عالم میں قرآنی الفاظ و عبارات کے لئے یہی رسم الخط مروج و متداول اور مقبول خاص و عام ہے۔

قرآنی رسم الخط میں طباعت کا انقلاب

چھاپہ خانے کی ایجاد سے پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دین کی خدمت کی خاطر ہاتھ سے قرآن پاک کی کتابت کیا کرتے تھے اور اسے دنیا و آخرت کی سعادت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے افراد گذرے ہیں جنہوں نے اس کارِ خیر کے لئے اپنی عمریں صرف کر دیں۔

چھاپہ خانے کی ایجاد کے بعد علمی دنیا میں ایک عظیم انقلاب بپا ہوا۔ اس انقلاب سے جس طرح علم و فن کی دنیا میں خوشگوار اثرات مرتب ہوئے اسی طرح دنیا کے مختلف علاقوں سے قرآن پاک کی طباعت کے مقدس کام کا بھی آغاز ہوا۔ اور اس سلسلے میں ۱۵۳۰ء

میں اٹلی کے شہر وینس کے مقام سے پہلی مرتبہ قرآن پاک کی طباعت ہوئی۔ اہل کنیسا کے لئے قرآن کریم کی اشاعت ناقابلِ برداشت تھی۔ چنانچہ طبع ہوتے ہی اسے تلف کرنے کا حکم صادر ہوا۔

۱۶۹۴ء میں ہنکلمان (Hinkelman) نے ہمبرگ سے قرآن کریم طبع کرایا۔ اس کے بعد ۱۶۹۸ء میں ایک مستشرق (Marracy) نے Padowe میں قرآن کریم چھپوایا۔

مسلمانوں میں سب سے پہلے مولا عثمان نے ۱۷۸۷ء میں روس کے شہر سینٹ پیٹر برگ میں قرآن پاک طبع کروایا۔ یہ دنیا میں پہلی اسلامی طباعت تھی۔ اسی طرح روس کے علاقے قازان میں قرآن کریم طبع کیا گیا۔ مستشرق فلوجل نے لیپزک میں قرآن کریم چھپوایا۔ جدید رسم الخط کے اصولوں کے مطابق لکھا جانے کی وجہ سے اس قرآن کریم کا پڑھنا آسان تھا یہی وجہ ہے کہ اہل یورپ میں یہ طباعت بہت مقبول ہوئی۔ لیکن جدید رسم الخط میں لکھے جانے کی وجہ سے اسے ممالکِ اسلامیہ میں قبولِ عام نہ مل سکا۔

ہندوستان میں قرآن کریم کئی دفعہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ ۱۸۷۷ء میں استنبول کے مقام سے قرآن کریم طبع کیا گیا۔ ۱۹۲۳ء میں شیخ الازہر کی زیرِ نگرانی قاہرہ سے قرآن مجید کی ایک خوبصورت طباعت منظر عام پر آئی۔ شاہ فواد اوّل نے اس کی نگرانی کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ اسلامی دنیا میں اس طباعت کو قبولیت حاصل ہوئی۔ اور ہر سال اس کے لاکھوں نسخے طبع ہونے لگے۔ اس کی کتابت و طباعت کے کمال اور عمدگی پر مشرق و مغرب کے علماء کا اتفاق تھا یہ طباعت روایتِ حفص از عاصم کے مطابق تھی۔(۲۸)

بیسویں صدی عیسوی میں عالم اسلام میں قرآنِ مجید کی طبع و اشاعت کو بہت فروغ ملا ہے اور مسلم دنیا کے مختلف ملکوں سے مصحف شریف کی ایسی اشاعتیں منظرِ عام پر آئیں ہیں جو ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں سے دیدہ زیب اور لائقِ تحسین ہیں۔ ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷ء میں دار الشروق القاہرہ مصر سے محمد المعلم کی زیرِ سرپرستی و نگرانی ایک مصحف شریف شائع ہوا۔ اس کی کتابت قاری عاصم سے حفص کی روایت کے مطابق ہے اور اسی روایت کے مطابق اس کی حرکات ضبط کی گئی ہیں اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر صفحے کے ذیل میں اس صفحے میں رسمِ عثمانی کے مطابق لکھے ہوئے کلمات کو مروجہ رسم الخط

میں لکھ دیا گیا ہے جس سے اس اشاعت کے سرپرستوں کا رسمِ عثمانی کا التزام کرنے اور عام پڑھنے لکھے لوگوں میں قرآن خوانی کا ذوق پیدا کرنے کے شعور کا پتہ چلتا ہے۔

مملکت عربیہ سعودیہ میں ۱۴۰۳ھ میں شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود نے مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف قائم کیا اور اس ادارے کی نگرانی میں "مصحف المدينه النبوية" شائع کرنے کا فرمان شاہی جاری کیا اور طباعت کی نگرانی کے لئے ایک سولہ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کی علمی رہنمائی میں مجمع الملك فهد لطباعة المصحف۔ مدینہ منورہ (شاہ فہد کمپلیکس) سے ۱۴۰۶ھ میں "مصحف المدينة النبوية" کے نام سے منظر عام پر آیا جو حجاج اور زیارتِ حرمین شریفین کے لئے آنے والے حضرات میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ روایت حفص از عاصم کے مطابق لکھا گیا ہے اور نگران کمیٹی کے عالم و فاضل ارکان نے بڑی جانفشانی اور خلوص سے اس کو رسمِ عثمانی کے مطابق طبع کرایا ہے۔ جس میں علمائے رسم عثمانی ' ماہرین قراء ات اور مفسرین کرام کی ہدایات اور حدیث و فقہ کی تعلیمات کو بروئے کار لایا گیا ہے۔

ایران کے منظمة الاعلام الاسلامی طہران کا طبع کیا ہوا ایک مصحف ہمارے پاس ہے اس کے کاتب عثمان ابلطہ نے روایت حفص از عاصم کے مطابق اس کی کتابت کی ہے علمائے سلف کی رسمِ عثمانی کے بارے میں تعلیمات کا کتابت میں خیال رکھا گیا ہے۔ قابلِ قدر اشاعت ہے۔

☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

۱- ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون، المغربی "مقدمۃ ابن خلدون" مؤسسة الأعلمی للمطبوعات، بیروت، تاریخ طباعت مذکور نہیں ص ۴۱۸

۲- القلقشندی "صبح الأعشی" المطبعة الأميرية القاهرة ۱۳۳۲ھ ج۳، ص ۱۵۴

۳- السیوطی جلال الدین عبدالرحمن "الإتقان فی علوم القرآن" تحقیق: محمد أبو الفضل إبراهيم منشورات رضی بیدار ایران تاریخ طبع مذکور نہیں، ج۲، ص ۱۸۴

۴- السیوطی، حوالہ مذکورہ بالا ج۲، ص ۱۸۴

۵- الزرکشی بدر الدین محمد بن عبداللہ "البرهان فی علوم القرآن" تحقیق: محمد أبو الفضل إبراهيم دار الفکر الطبعة الثالثة ج۱، ص ۲۵۱

۶- أبن أبی شیبة ابو بکر عبدالله بن محمد بن شیبه العبسی الحافظ الإمام "مصنف ابن أبی شیبة" کتاب فضائل القرآن۔ باب من قال: جرّدوا القرآن حدیث نمبر ۱۰۳۰۱، ادارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶ء

۷- ڈاکٹر صبحی صالح "مباحث فی علوم القرآن" دار العلم للملایین بیروت ۱۹۶۸ء

۸- الزرقانی محمد عبدالعظیم الشیخ "مناهل العرفان فی علوم القرآن" دار إحیاء التراث العربی بیروت تاریخ طباعت مذکور نہیں ج۱، ص ۴۰۲

۹- السیوطی - حوالہ مذکورہ بالا ج۲، ص ۱۸۶

۱۰- دروزۃ محمد عزہ— تاریخ القرآن۔ ترجمہ محمد علی لسانی فشارکی نهضت زنان مسلمان۔ خیابان جمهوریء اسلامی ایران قسمت الف۔ کوچه سید هاشم بلاک ۴ آذر ۱۳۵۹، ص ۱۱۰

۱۱- السیوطی — حوالہ مذکورہ بالا ج۲، ص ۱۸۴

۱۲– ڈاکٹر صبحی صالح– حوالہ مذکورہ بالا ۷۹

۱۳– ابن أبی شیبہ –حوالہ منکورہ بالا (مصنف ابن أبی شیبہ) کتاب فضائل القرآن۔ باب التعشیر فی المصحف حدیث نمبر۱۰۲۹۰، ج۱۰، ص ۵۴۸

۱٤– القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن أحمد الأنصاری" الجامع لأحکام القرآن" (تفسیر قرطبی) دار إحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء ج۱، ص ۶۳

۱۵– فتاوی عالمگیریہ ترجمہ سید امیر علی، دار الاشاعت کراچی ۱۹۸۹ء طبع اول کتاب الصلوٰۃ، باب۹، النوافل ج ۱، ص ۱۸۸۔ ناچیز محقق نے تاج کمپنی کے مطبوعہ مصاحف میں رکوعات کی گنتی کی تو ان کی تعداد ۵۵۸ پائی ان میں سے ایک رکوع سورۃ فاتحہ ہے جو سات آیتوں پر مشتمل ہے اور بقیہ ۵۵۷ رکوع الم سے والناس تک ہیں۔

۱٦– إبن أبی شیبة– حوالہ مذکورہ بالا ج ۱۰ ص ۵۴۹

۱۷– ابن أبی شیبة –حوالہ مذکورہ بالا ج ۱۰ ص ۵۴۸

۱۸– ابن أبی شیبة –حوالہ مذکورہ بالا ج ۱۰ ص ۵۴۸

۱۹– القرطبی – حوالہ مذکورہ بالا ج ۱ ص ۶۳

۲۰– القرطبی – حوالہ مذکورہ بالا ج ۱ ص ۶۳

۲۱– الزرکشی – حوالہ مذکورہ بالا ج ۱ ص ۲۵۰

۲۲– البخاری، ابو عبداللہ محمد بن إسماعیل الجعفی "صحیح البخاری" شرح و تحقیق: الشیخ قاسم الشماعی الرفاعی۔ دار القلم۔ بیروت الطبعة الأولیٰ ۱۹۸۷، کتاب فضائل القرآن، باب ۶۰۳، فی کم یقرأ القرآن وقول اللہ تعالی (فاقرأ واما تیسرمنہ) حدیث نمبر ۱۴۷۷ ج۳، ص ۶۰۱

۲۳– البخاری– حوالہ مذکورہ بالا، حدیث نمبر۱۴۷۹ ج۳، ص ۶۰۲

۲۴– الزرکشی– حوالہ مذکورہ بالا ج ۱، ص ۲۵۰

۲۵– ابن الجزری "النشر فی القراءات العشر" دمشق ۱۳۴۵ھ ج ۱، ص ۲۲۵

۲٦– یہ علامات وقف: م، لا، ج، صلی /صلے، قلی / قلے اور قرآنی متن پر مشتمل مثالیں

مصحف الشروق المفسّر الميسر القاهره مصر ۱۳۹۷ھ اور مصحف المدينة النبوية ۱۴۲۶ھ سے لی گئی ہیں۔

۲۷- اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانشگاہ پنجاب لاہور ج۵، ص ۹۶۳

۲۸- ڈاکٹر صبحی صالح— حوالہ مذکورہ بالا ۹۹، ۱۰۰

☆☆☆